تار کا پتہ الفضل قادیان بٹالہ

اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۵

قیمت فی پرچہ ۲

THE ALFAZL QADIAN

قیمت سالانہ پیشگی

بیرون ہند

اخبار الفضل قادیان

ہفتہ میں دو بار

ایڈیٹر:- غلام نبی ۞ اسسٹنٹ - مہر محمد خان

نمبر ۱۵	مورخہ ۲۴ر اگست سنہ ۱۹۲۳ء یوم جمعہ	مطابق ۱۱ محرم سنہ ۱۳۴۲ھ	جلد ۱۱

مدینۃ المسیح

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بخیریت ہیں۔

۲۰۔ اگست - مہاشہ شردھانند کی دعوت مناظرہ کے جواب میں جناب ناظر صاحب تالیف و اشاعت نے منظوری کا جو اعلان فوراً شایع کیا۔ وہ بیرونجات میں احباب کو بھیجا گیا ہے۔ عام پبلک میں اس کی خاص طور پر اشاعت کی جائے۔ اور نمایاں مقامات پر چسپاں کیا جائے ؛

معاصر فاروق کی اشاعت کچھ عرصہ سے ملتوی ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے۔ کہ جناب میر قاسم علی صاحب مختلف مقامات پر لیکچر دینے کے لئے دورہ پر رہے ہیں۔ اسی اثناء میں انہوں نے چودہویں صدی کا رشی" کے نام سے پنڈت دیانند صاحب کی سوانح عمری لکھی ہے، جو پریس میں جا چکی ہے ؛

"سوامی شردھانند جی کا علمائے اسلام کو کھلا چیلنج"

اور جماعت احمدیہ قادیان کی طرف سے اس کا کھلا جواب

۱۹ر اگست کی ڈاک میں جو آریہ اخبارات موصول ہوئے - ان میں مہاشہ شردھانند صاحب کا حسب ذیل چیلنج مباحثہ درج تھا " اگر واقعی معزز اہل اسلام کی طرف سے قرآن مجید اور وید مقدس کی تعلیموں کا مقابلہ کرانا منظور ہے۔ تو جمعیۃ العلماء ہند یا جمعیت تبلیغ اسلام ہند یا مرکزی خلافت کمیٹی کی سی کسی ذمہ وار جماعت کی طرف سے بھارت ورشیہ سارودیشک آریہ پرتی ندھی سبھا کے نام چیلنج میری معرفت بھیجے دہلی کے مقام پر مناظرہ مناسب ہو گا۔ علماء اسلام کے جتنے علماء مناسب سمجھے جاویں۔ اکٹھے کر لئے جاویں ادہر ویدک دہرم کے اپدیشک بھی اکٹھے کر لئے جاویں۔ جس تاریخ کسی ایسی ذمہ وار مسلم جماعت کا چیلنج میرے پاس بھیجا جاوے۔ اس سے سواہ مہینہ کے بعد کی تاریخ مناظرہ شروع ہونے کے لئے مقرر کی جاوے۔ ہر روز تین گھنٹہ مناظرہ ہوا کرے۔ اگر ایک ہفتہ میں ختم نہ ہو۔ تو ایک ہفتہ اور رکھا جاوے۔ جگہ کا انتظام چیلنج دینے والی جماعت کو کرنا ہو گا۔ اور مسلمان بھائیوں میں امن اور ضبط قائم رکھنے

کی ذمہ واری بھی ان ہی کو لینی ہو گی۔ ویدک دھرمیوں کا ذمہ (جس میں سناتن دھرمی۔ آریہ سماجی۔ سکھ وغیرہ سب شامل ہیں) میں لینے کو تیار ہوں کہ ان کی طرف سے کوئی عمل خلاف تہذیب اور انتظام جلسہ نہ ہوگا"

اِسکے متعلق اسی دن جماعت احمدیہ کے صیغہ تالیف و اشاعت کی طرف سے مہاشہ جی کو مناظرہ کی منظوری کی اطلاع بذریعہ تار بھیجدی گئی۔ اور ساتھ ہی معروف مسلم و ہندو اخبارات کو بھی تار کے ذریعہ یہ اطلاع روانہ کردی گئی۔ نیز دوسرے دن کی ڈاک میں حسب ذیل اشتہار چھاپ کر شایع کیا گیا:۔

"جناب شردھانند صاحب نے تمام علمائے اسلام کو ایک مناظرہ کے لئے چیلنج دیا ہے۔ جس کا اعلان "ملاپ" مورخہ ۲۰ اگست ۱۹۲۳ء میں مذکورہ بالا عنوان کے ماتحت بڑے موٹے الفاظ میں کیا گیا ہے اور اس کی تائید دیگر ہندو اخبارات نے بھی بڑے زور دار الفاظ میں کی ہے۔ میں بحیثیت ناظر تالیف و اشاعت احمدی جماعت کی طرف سے ان کے اس چیلنج یا دعوت کو انہی کے اعلان کردہ مطالبات کے مطابق قبول کرتا ہوں۔ اور اعلان کرتا ہوں۔ کہ ہم ہندوستان کے دار السلطنت دہلی میں اس مناظرے کے لئے تیار ہیں۔ ایک ہفتہ یا دو ہفتہ جیسا مناسب ہو۔ روزانہ تین گھنٹے مباحثہ کرینگے۔ اور ہمیں یہ بھی منظور ہے کہ ہم ہی مکان کا انتظام کریں۔ وہ آئیں۔ اور مرد میدان بنیں۔ اور اپنی اعلان کردہ دعوت کے مطابق صداقت قرآن کو آزمائیں۔ اور وید کی صداقت دکھلائیں۔ ان کا سکھوں کی طرف سے امن کی ذمہ واری لینا کچھ معنی نہیں رکھتا۔ جبکہ پنڈت دیانند صاحب نے حضرت باوا نانک علیہ الرحمۃ کو بے نقط گالیاں سُنائی ہیں۔ اس طرح کی ذمہ واریوں سے وہ گالیاں سکھ صاحبان کو ہرگز نہیں بھول سکتیں۔ غیرتمند سکھ صاحبان وہ ہتک آمیز الفاظ تب تک فراموش نہیں کر سکتے۔ جب تک ستیارتھ پرکاش کے وہ صفحے جو ان گالیوں سے سیاہ کئے گئے ہیں پھاڑ کر آگ میں نہیں جھونک دیئے جاتے۔ سکھ صاحبان کا انہیں کیا فکر پڑا ہے۔ اُن کی طرف سے امن کے ذمہ وار ہم ہیں۔ جو گورو صاحب کی صدق دل سے عزت کرتے ہیں۔ جناب شردھانند صاحب کو چاہیئے۔ کہ وہ صرف وید کے ماننے والوں کی طرف سے امن پسندی کے ذمہ وار بنیں اور جو لوگ وید کی تعلیم کا طوق اپنی گردنوں سے اُتار کر ایک موحد بزرگ کی اطاعت میں آچکے ہیں۔ ان کی ذمہ واری ان کے اپنے ہی سر پر یا ان کے موحد بھائیوں کے سر پر رہنے دیں"

ہم اُمید کرتے ہیں کہ ہمارے اس اعلان کے بعد جناب شردھانند صاحب مقابلہ سے اُسی طرح پہلو تہی نہیں کر جائینگے۔ جس طرح پروفیسر رام دیو صاحب ہمارے امام کے مقابلہ میں خود چیلنج دیکر پہلو تہی کر چکے ہیں۔ اور ہم اُمید کرتے ہیں کہ پبلک بھی جناب شردھانند صاحب اور ان کی پس پشت آریہ پرتی ندھی سبھا کو میدان مقابلہ سے گریز نہیں کرنے دیگی ؟

چونکہ مباحثہ کی تاریخ جلد سے جلد مقرر ہو جانی چاہیئے۔ اس لئے میں جناب شردھانند صاحب سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ بہت جلد اس کے متعلق بھی روشنی ڈالدیں۔ کہ ان کے نزدیک فریقین کو کس حساب سے وقت دیا جائیگا۔ اور کیا اصول بحث میں مدنظر رکھے جائینگے۔ تاکہ ان پر بھی جلد سے جلد غور کر لیا جائے۔ اور تضیع اوقات کے بغیر مُباحثہ شروع ہو جائے ؟

المشتھر

زین العابدین ولی اللہ شاہ ناظر تالیف و اشاعت قادیان

اخبار ملاپ جس کا اس مضمون میں حوالہ آیا ہے۔ اسکے ۲۲ اگست کے پرچہ میں ہمارا حسب ذیل تار شایع ہو چکا ہے۔

قادیان ۱۹ اگست۔ ہمنے سوامی شردھانند کو تار دیا ہے کہ ہم آپ کے ساتھ انہی شرائط پر جو کہ آپ نے ۱۹ اگست کے تیج اور دیگر ہندو اخبارات میں شایع کی ہیں۔ مباحثہ کرنے کے لئے تیار ہیں؟

احمدی جماعتوں کے حسابات کی پڑتال

خدا کے فضل و رحم کے ساتھ اب احمدیہ جماعتوں کا حلقہ اتنا وسیع ہو گیا ہے کہ ان کے حسابات کی پڑتال کرنے کیواسطے انسپکٹروں کی ضرورت محسوس کی جا رہی ہے۔ بغیر اسکے کام کا پورے طور پر چلنا محال نظر آتا ہے۔ سب اضلاع میں تو ابھی انسپکٹر کام کرنیوالے میسّر نہیں آسکے مگر جس قدر احباب کام کرنیوالے ملتے جاتے ہیں۔ ان کا تقرر کیا جاتا ہے۔ اِسوقت تین احباب اس کام کیواسطے ہیں۔ لہذا ان کے تقرر کی اطلاع شایع کی جاتی ہے۔ باقی اضلاع میں بھی جوں جوں احباب ملتے جائینگے مقرر کر دیئے جائینگے۔ میں باقی مقامات میں انسپکٹر مقرر کرنے کے واسطے جماعتوں میں خط و کتابت کر رہا ہوں۔ اور اُمید ہے کہ اس تحریر کو پڑھ کر جو صاحب اپنے آپ کو اس اہم کام کے لئے مناسب خیال فرمائینگے۔ وہ بھی اپنے علاقہ کے لئے اپنے آپ کو پیش فرما کر ممنون فرمائینگے ؟

دراصل انسپکٹران سے کام پورے طور پر اسی صورت میں لیا جا سکتا ہے۔ جبکہ مقامی کارکن پورے طور پر انکی امداد فرما دیں ورنہ کام میں وہ خوبی پیدا نہیں ہو سکتی۔ جس کی انسپکٹران کے تقرر سے توقع کی جاتی ہے۔ اسواسطے میں عہدہ داران جماعت سے خصوصاً اور دیگر افراد جماعت سے عموماً اُمید بلکہ یقین کرتا ہوں۔ کہ وہ حتی الوسع پورے طور پر عمل فرما کر کام کرینگے۔ تاکہ مالی کام نہایت خوش اسلوبی سے چل سکے۔ ورنہ میں سمجھتا ہوں۔ کہ بغیر امداد مقامی کارکنان و افراد جماعت کے یہ کام ترقی نہیں کر سکتا۔ پس میں اپنے کارکن احباب سے خصوصاً اور افراد جماعت سے عموماً اُمید کرتا ہوں کہ وہ انسپکٹروں کے کام میں پوری طرح سے امداد فرما کر مجھے مشکور فرمائینگے۔ اللہ تعالیٰ انکی سعی قبول فرمائے آمین۔

اِسکے بعد مجھے اتنا اور کہنا ہے کہ میں وقتی ضروریات کے ماتحت جو ہدایات انسپکٹران کو دونگا۔ ہر ایک کارکن احباب اور افراد جماعت انپر عمل فرما دیں۔ اور اگر کسی کو عذر ہو انسپکٹران کی ہدایت کو ضایع نہ ہونے دیں۔ اور مجھ سے خط و کتابت فرما دیں۔ لیکن جب تک فیصلہ نہ ہو۔ اسوقت تک اس پر عمل کرنا ضروری ہوگا ؟

اب میں انسپکٹران کے نام اور انکے حلقہ مقرر کردہ کی اطلاع ذیل میں لکھ دیتا ہوں:۔

دہلی۔ میرٹھ۔ آگرہ۔ پانی پت۔ بلب گڑھ۔ جیند میں مرزا محمد شریف بیگ

کی ذمہ داری بھی ان ہی کو لینی ہو گی۔ ویدک دھرمیوں کا ذمہ (جس میں سناتن دھرمی۔ آریہ سماجی۔ سکھ وغیرہ سب شامل ہیں) میں لینے کو تیار ہوں کہ ان کی طرف سے کوئی عمل خلاف تہذیب اور انتظام جلسہ نہ ہوگا"

اسکے متعلق اسی دن جماعت احمدیہ کے صیغہ تالیف و اشاعت کی طرف سے مہاشہ جی کو مناظرہ کی منظوری کی اطلاع بذریعہ تار بھیجدی گئی۔ اور ساتھ ہی معزز مسلم، ہندو اخبارات کو بھی تار کے ذریعہ یہ اطلاع روانہ کر دی گئی۔ نیز دوسرے دن کی ڈاک میں حسب ذیل اشتہار چھاپ کر شایع کیا گیا:-

"جناب شردھانند صاحب نے تمام علمائے اسلام کو ایک مناظرہ کے لئے چیلنج دیا ہے۔ جس کا اعلان "ملاپ" مورخہ ۲۰ر اگست ۱۹۲۳ء میں مذکورہ بالا عنوان کے ماتحت بڑے موٹے الفاظ میں کیا گیا ہے اور اس کی تائید دیگر ہندو اخبارات نے بھی بڑے زور دار الفاظ میں کی ہے۔ میں بحیثیت ناظر تالیف و اشاعت احمدی جماعت کی طرف سے ان کے اس چیلنج یا دعوت کو انہی کے اعلان کردہ مطالبات کے مطابق قبول کرتا ہوں۔ اور اعلان کرتا ہوں۔ کہ ہم ہندوستان کے دار السلطنت دہلی میں اس مناظرے کے لئے تیار ہیں۔ ایک ہفتہ یا دو ہفتہ جیسا مناسب ہو۔ روزانہ تین گھنٹے مباحثہ کرینگے۔ اور ہمیں یہ بھی منظور ہے کہ ہم ہی مکان کا انتظام کریں۔ وہ آئیں۔ اور مرد میدان بنیں۔ اور اپنی اعلان کردہ دعوت کے مطابق صداقت قرآن کو آزمائیں۔ اور وید کی صداقت دکھلائیں۔ ان کا سکھوں کی طرف سے امن کی ذمہ داری لینا کچھ معنی نہیں رکھتا۔ جبکہ پنڈت دیانند صاحب نے حضرت باوا نانک علیہ الرحمۃ کو بے نقط گالیاں سنائی ہیں۔ اس طرح کی دشنام اردو سے وہ گالیاں سکھ صاحبان کو ہرگز نہیں بھول سکتیں۔ غیرتمند سکھ صاحبان وہ ہتک آمیز الفاظ تب تک فراموش نہیں کر سکتے۔ جب تک ستیارتھ پرکاش کے وہ صفحے جو ان گالیوں سے سیاہ کئے گئے ہیں پھاڑ کر آگ میں نہیں جھونک دیئے جاتے سکھ صاحبان کا انہیں کیا فکر پڑا ہے۔ اُن کی طرف سے امن کے ذمہ وار ہم ہیں۔ جو گورو صاحب کی صدق دل سے عزت کرتے ہیں۔ جناب شردھانند صاحب کو چاہیئے۔ کہ وہ صرف وید کے ماننے والوں کی طرف سے امن پسندی کے ذمہ وار بنیں اور جو لوگ وید کی تعلیم کا طوق اپنی گردنوں سے اتار کر ایک موحد بزرگ کی اطاعت میں آچکے ہیں۔ ان کی ذمہ داری ان کے اپنے ہی سر پر یا ان کے موحد بھائیوں کے سر پر رہنے دیں۔

ہم اُمید کرتے ہیں کہ ہمارے اس اعلان کے بعد جناب شردھانند صاحب مقابلہ سے اُسی طرح پہلو تہی نہیں کر جائینگے۔ جس طرح پروفیسر رام دیو صاحب ہمارے امام کے مقابلہ میں خود چیلنج دیکر پہلو تہی کر چکے ہیں۔ اور ہم اُمید کرتے ہیں کہ پبلک بھی جناب شردھانند صاحب اور ان کی پس پشت آریہ پرتی ندھی سبھا کو میدان مقابلہ سے گریز نہیں کرنے دیگی۔

چونکہ مباحثہ کی تاریخ جلد سے جلد مقرر ہو جانی چاہیئے۔ اس لئے میں جناب شردھانند صاحب سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ بہت جلد اس کے متعلق بھی روشنی ڈالدیں۔ کہ ان کے نزدیک فریقین کو کس حساب سے وقت دیا جائیگا۔ اور کیا اصول بحث میں مدنظر رکھے جائینگے۔ تاکہ ان پر بھی جلد سے جلد غور کر لیا جائے۔ اور تضیع اوقات کے بغیر مباحثہ شروع ہو جائے۔

المشتہر

زین العابدین ولی اللہ شاہ ناظر تالیف و اشاعت قادیان

اخبار ملاپ جس کا اس مضمون میں حوالہ ہے۔ اسکے ۲۲ اگست کے پرچہ میں ہمارا حسب ذیل تار شایع ہو چکا ہے۔

قادیان ۱۹ر اگست۔ ہمنے سوامی شردھانند کو تار دیا ہے کہ ہم آپکے ساتھ انہی شرائط پر جو کہ آپ نے ۱۹ر اگست کے تیج اور دیگر ہندو اخبارات میں شایع کی ہیں۔ مباحثہ کرنے کے لئے تیار ہیں:

احمدی جماعتوں کے حسابات کی پڑتال

خدا کے فضل و رحم کے ساتھ اب احمدیہ جماعتوں کا حلقہ اتنا وسیع ہو گیا ہے کہ ان کے حسابات کی پڑتال کرنے کیواسطے انسپکٹروں کی ضرورت محسوس کی جا رہی ہے۔ بغیر اسکے کام کا پورے طور پر چلنا محال نظر آتا ہے۔ سب اضلاع میں تو ابھی انسپکٹر کام کرنیوالے میسر نہیں آسکے مگر جس قدر احباب کام کرنیوالے ملتے جاتے ہیں۔ ان کا تقرر کیا جاتا ہے۔ اسوقت تین احباب اس کام کیواسطے ہیں۔ لہذا ان کے تقرر کی اطلاع شائع کی جاتی ہے۔ باقی اضلاع میں بھی جوں جوں احباب ملتے جائینگے مقرر کرتے جائینگے۔ میں باقی مقامات میں انسپکٹر مقرر کرنے کے واسطے جماعتوں میں خط و کتابت کر رہا ہوں۔ اور اُمید ہے کہ اس تحریر کو پڑھ کر جو صاحب اپنے آپ کو اس اہم کام کے لئے مناسب خیال فرمائینگے۔ وہ بھی اپنے علاقہ کے لئے اپنے آپ کو پیش فرما کر ممنون فرمائینگے۔

دراصل انسپکٹران سے کام پورے طور پر اسی صورت میں لیا جا سکتا ہے۔ جبکہ مقامی کارکن پورے طور پر انکی امداد فرماویں ورنہ کام میں وہ خوبی پیدا نہیں ہو سکتی۔ جس کی انسپکٹران کے تقرر سے توقع کی جاتی ہے۔ اسواسطے میں عہدہ داران جماعت سے خصوصاً اور دیگر افراد جماعت سے عموماً اُمید بلکہ یقین کرتا ہوں۔ کہ وہ حتی الوسع پورے طور پر عمل فرما کر کام کرینگے۔ تاکہ مالی کام نہایت خوش اسلوبی سے چل سکے۔ ورنہ میں سمجھتا ہوں۔ کہ بغیر امداد مقامی کارکنان و افراد جماعت کے یہ کام ترقی نہیں کر سکتا۔ پس میں اپنے کارکن احباب سے خصوصاً اور افراد جماعت سے عموماً اُمید کرتا ہوں کہ وہ انسپکٹروں کے کام میں پوری طرح سے امداد فرما کر مجھے مشکور فرمائینگے۔ اللہ تعالیٰ انکی سعی قبول فرمائے آمین۔

اسکے بعد مجھے اتنا اور کہنا ہے کہ میں وقتی ضروریات کے ماتحت جو ہدایات انسپکٹران کو دونگا۔ ہر ایک کارکن احباب و افراد جماعت انپر عمل فرماویں اور اگر کسی کو عذر ہو تو انسپکٹران کی ہدایت کو ضائع نہ ہونے دیں۔ اور مجھ سے خط و کتابت فرماویں۔ لیکن جب تک فیصلہ نہ ہو۔ اسوقت تک اس پر عمل کرنا ضروری ہو گا۔

اب میں انسپکٹران کے نام اور انکے حلقہ مقرر کردہ کی اطلاع ذیل میں لکھ دیتا ہوں:-

دہلی۔ میرٹھ۔ آگرہ۔ پانی پت۔ بلب گڈھ۔ حلقہ میں مرزا محمد شریف بیگ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الفضل

قادیان دارالامان ۔ ۲۴ اگست ۱۹۲۳ء

صوبہ سرحدی میں جماعت احمدیہ کی دس سالہ ترقی

اگرچہ مردم شماری کی رپورٹ میں درج شدہ شمار و اعداد سے کسی فرقہ کی ترقی یا تنزل کا صحیح صحیح انداز نہیں لگایا جا سکتا کیونکہ شمار کنندگان اس بارے میں ضروری حزم و احتیاط سے کام نہیں لیتے۔ اور اس بات کا اعتراف افسران مردم شماری بھی کھلے طور پر کرتے ہیں۔ تاہم سرسری خاکہ ضرور معلوم ہو سکتا ہے۔ اسی بات کو مد نظر رکھ کر ہم ذیل میں صوبہ سرحدی کی گذشتہ مردم شماری (جو کہ سنہ ۱۹۲۱ء میں ہوئی) کی رپورٹ سے وہ اعداد اور ریمارکس درج کرتے ہیں جو ہماری جماعت کے متعلق کئے گئے ہیں:۔

صوبہ سرحدی کی رپورٹ مردم شماری اور جماعت احمدیہ

رپورٹ میں یہ لکھ کر کہ کہا جاتا ہے سنہ ۱۹۱۱ء میں احمدیوں کی ایک تعداد سنی ظاہر کی گئی تھی۔ جس کا باعث سنی کارکنوں کا تعصب تھا۔ سرکاری رائے یہ ظاہر کی گئی ہے۔ یہ امر کہ احمدیوں کی کافی تعداد سنہ ۱۹۱۱ء کی مردم شماری میں سنی ظاہر کی گئی تھی۔ ٹھیک معلوم ہوتا ہے مگر یہ کہنا کہ یہ کمی بوجہ ان کے مذہبی تعصب یا لاپرواہی کے تھی۔ پورے وثوق کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا۔ ہاں وہ لاپرواہی جو شمار کنندگان فرد فہرست تیار کرنے میں کرتے ہیں۔ ایک امر مسلمہ ہے۔

موجودہ رپورٹ مردم شماری کی رو سے صوبہ سرحدی میں تعداد کے لحاظ سے جماعت احمدیہ تیسرے درجہ پر ہے۔ جیسا کہ لکھا گیا ہے:۔

سنی اور شیعہ کے بعد جو اسلام کے دو بڑے فرقے ہیں اس صوبہ کے مسلمانوں میں سب سے زیادہ پیرو نئے احمدیہ فرقہ کے ہیں۔

اس مردم شماری کی رو سے جماعت احمدیہ کی تعداد ۳۹۹۰ پائی گئی جس میں ۲۵۹۸ مرد اور ۱۳۹۲ عورتیں تھیں۔ لیکن اس سے دس سال قبل کی مردم شماری میں کل تعداد صرف ۱۴۸ ظاہر کی گئی تھی جس میں ۱۱۲ مرد اور ۳۶ عورتیں دکھائی گئی تھیں۔ ضلع وار گذشتہ اور موجودہ مردم شماری کا حسب ذیل مقابلہ کیا گیا ہے:۔

ضلع	سنہ ۱۹۱۱ء	سنہ ۱۹۲۱ء
ہزارہ	۲۱	۷۳۸
پشاور	۱۱۹	۱۶۳۳
کوہاٹ	۸	۹۲۸
بنوں	۰	۱۱۴
ڈیرہ اسمٰعیل خان	۰	۱۱۴
غیر علاقہ میں چھاؤنیاں	۰	۲۵۱
میزان	۱۴۸	۳۹۹۰

ان اعداد و شمار کے رو سے یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے کہ ہر ۲۷ احمدیوں کے مقابلہ میں جو اس وقت صوبہ سرحدی میں ہیں دس سال قبل صرف ایک احمدی تھا۔ گویا دس سال کے عرصہ میں جماعت احمدیہ نے ستائیس گنا زیادہ ترقی کی ہے رپورٹ میں اس امر کا ذکر بالفاظ ذیل کیا گیا ہے:۔

اس امر سے اس عظیم الشان ترقی کا اندازہ ہو سکتا ہے جو اس فرقہ نے گذشتہ دس سال میں کی ہے۔ یہ سرعت ترقی اور بھی تعجب انگیز ہو جاتی ہے۔ جب ہم اس بات کا خیال کریں کہ نئے فرقہ کے پیرووں میں زیادہ تعداد اعلیٰ تعلیم یافتہ اور سمجھدار مسلمانوں کی ہے۔

اسی سلسلہ میں یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ تبلیغ کے کام کے لئے پشاور، مردان، نوشہرہ، ایبٹ آباد، کوہاٹ، بنوں، ڈیرہ اسمٰعیل خان اور ٹانک میں احمدیہ انجمنیں قائم ہیں۔

دیگر فرقوں کے مسلمانوں سے مقابلہ کرتے ہوئے لکھا ہے:۔

احمدیوں کی خصوصیات میں سے یہ باتیں قابل ذکر ہیں کہ وہ توہمات سے آزاد ہوتے ہیں۔ اور ان کے عقائد ان تنگ خیالیوں سے مبرا ہیں۔ جو بڑے بڑے فرقہائے اسلام میں پائی جاتی ہیں۔ اور سب سے زیادہ یہی بات تعلیم یافتہ مسلمانوں میں ان کی حیرت انگیز ترقی کا باعث ہوئی ہے۔ وہ خونی جہاد کے خلاف ہیں۔ اور تمام دوسرے بڑے مذاہب کے بانیوں کو خدا کے فرستادے مانتے ہیں۔ اور ان کی کتابوں کو وقتی ضرورتوں کے لئے خدا کی طرف سے انسان کی رہنمائی کے لئے الہامی سمجھتے ہیں۔

اسکے بعد سلسلہ کے مختصر حالات بیان کرتے ہوئے لکھا ہے۔

یہ سلسلہ رفتہ رفتہ قادیان سے جو اس کا مرکز ہے پنجاب کے دیگر قصبہ جات اور شہروں میں پھیل گیا۔ اس کو ہندوستان میں ہی ترقی نہیں ہوئی۔ بلکہ ماورائے حدود ہند افغانستان۔ فارس۔ عرب۔ سیلون۔ مشرقی افریقہ میں بھی ترقی پذیر ہوا ہے۔ بانی سلسلہ کی وفات کے وقت جو سنہ ۱۹۰۸ء میں ہوئی۔ یہ دعویٰ کیا جاتا تھا کہ اس سلسلہ کے ماننے والے روئے زمین پر پانچ لاکھ کے قریب ہیں۔

مرزا صاحب کی وفات کے بعد تبلیغی کام کو اس کے جانشینوں نے جاری رکھا۔ ایک مشن انگلستان کو ان کے عقائد کی مغرب میں تشہیر کے لئے بھیجا گیا۔ اس فرقہ کے پیرو دو پارٹیوں میں منقسم ہو چکے ہیں۔ ایک گروہ کا امام مرزا بشیر الدین محمود احمد ہے۔ جو کہ بانی سلسلہ کا فرزند ہے۔ اور اپنے باپ کی طرح قادیان سے سلسلہ کی نگرانی کرتا ہے۔ دوسری پارٹی کی روح رواں مولوی محمد علی ایم اے ہیں۔ جن کا مرکز لاہور ہے۔ چند پرائمری اور مڈل سکول اس سلسلہ کی طرف سے پنجاب میں مختلف جگہوں پر کھولے گئے ہیں۔ مبلغ باہر بھیجے جاتے ہیں۔

اس کے آگے مرکزی کاروبار کا کچھ ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:۔

سر تو ڑ کوشش کی جا رہی ہے کہ موجودہ زمانہ کے اسلامی نبی کے پیغام کو دنیا کے کونوں تک پہنچایا جائے یہ امر کہ یہ سلسلہ بالآخر کس حد تک کامیاب ہوگا۔ آئندہ زمانہ بتائیگا۔ لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ بحیثیت مجموعی یہ فرقہ جوش اور طاقت سے معمور ہے۔ اور اس صوبہ سرحدی میں مسلمانوں کے ذہین طبقہ میں کامیابی کی امید دلاتا ہے۔

رپورٹ میں جماعت احمدیہ اور دیگر مسلمان فرقوں کا بھی دلچسپ مقابلہ کیا گیا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے:۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الفضل
قادیان دارالامان - ۲۴ اگست ۱۹۲۳ء

صوبہ سرحدی میں جماعت احمدیہ کی دس سالہ ترقی

اگرچہ مردم شماری کی رپورٹ میں درج شدہ شمار و اعداد سے کسی فرقہ کی ترقی یا تنزل کا صحیح صحیح اندازہ نہیں لگایا جا سکتا کیونکہ شمار کنندگان اس بارے میں ضروری حزم و احتیاط سے کام نہیں لیتے۔ اور اس بات کا اعتراف افسران مردم شماری بھی کھلے طور پر کرتے ہیں۔ تاہم سرسری خاکہ ضرور معلوم ہو سکتا ہے۔ اسی بات کو مدنظر رکھ کر ہم ذیل میں صوبہ سرحدی کی گذشتہ مردم شماری (جو کہ ۱۹۲۱ء میں ہوئی) کی رپورٹ سے وہ اعداد اور ریمارکس درج کرتے ہیں جو ہماری جماعت کے متعلق کئے گئے ہیں۔

صوبہ سرحدی کی رپورٹ مردم شماری و جماعت احمدیہ

رپورٹ میں یہ لکھ کر کہا جاتا ہے ۱۹۱۱ء میں احمدیوں کی ایک تعداد سنی ظاہر کی گئی تھی۔ جس کا باعث سنی کارکنوں کا تعصب تھا۔ سرکاری رپورٹ میں یہ ظاہر کی گئی ہے۔ یہ امر کہ احمدیوں کی کافی تعداد ۱۹۱۱ء کی مردم شماری میں سنی ظاہر کی گئی تھی۔ ٹھیک معلوم ہوتا ہے مگر یہ کہنا کہ یہ کمی بوجہ ان کے مذہبی تعصب یا لاپرواہی کے تھی۔ پورے وثوق کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا۔ ہاں وہ لاپرواہی جو شمار کنندگان فرد فہرست تیار کرنے میں کرتے ہیں۔ ایک امر مسلمہ ہے۔

موجودہ رپورٹ مردم شماری کی رو سے صوبہ سرحدی میں تعداد کے لحاظ سے جماعت احمدیہ تیسرے درجہ پر ہے۔ جیسا کہ لکھا گیا ہے۔

سنی اور شیعہ کے بعد جو اسلام کے دو بڑے فرقے ہیں اس صوبہ کے مسلمانوں میں سب سے زیادہ پیرو سنے احمدیہ فرقہ کے ہیں۔

اس مردم شماری کی رو سے جماعت احمدیہ کی تعداد ۳۹۹۰ پائی گئی جس میں ۲۵۹۸ مرد اور ۱۳۹۲ عورتیں ہیں۔ لیکن اس سے دس سال قبل کی مردم شماری میں کل تعداد صرف ۱۴۸ ظاہر کی گئی تھی جس میں ۱۱۲ مرد اور ۳۶ ہی عورتیں دکھائی گئی تھیں۔ ضلع وار گذشتہ اور موجودہ مردم شمار کا حسب ذیل مقابلہ کیا گیا ہے۔

ضلع	سنہ ۱۹۱۱ء	سنہ ۱۹۲۱ء
ہزارہ	۲۱	۷۴۸
پشاور	۱۱۹	۱۶۳۳
کوہاٹ	۸	۹۲۸
بنوں	۰	۱۱۴
ڈیرہ اسمٰعیل خان	۰	۱۱۴
غیر علاقہ میں چوکیاں	۰	۲۵۱
میزان	۱۴۸	۳۹۹۰

ان اعداد و شمار کی رو سے یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے کہ ہر ۲۷ احمدیوں کے مقابلہ میں جو اس وقت صوبہ سرحدی میں رہتے ہیں دس سال قبل صرف ایک احمدی تھا۔ گویا دس سال کے عرصہ میں جماعت احمدیہ نے ستائیس گنا زیادہ ترقی کی ہے رپورٹ میں اس امر کا ذکر بالفاظ ذیل کیا گیا ہے۔

اس امر سے اس عظیم الشان ترقی کا اندازہ ہو سکتا ہے جو اس فرقہ نے گذشتہ دس سال میں کی ہے۔ یہ سرعت ترقی اور بھی تعجب انگیز ہو جاتی ہے۔ جب ہم اس بات کا خیال کریں کہ نئے فرقہ کے پیرووں میں زیادہ تعداد اعلیٰ تعلیم یافتہ اور سمجھدار مسلمانوں کی ہے۔

اسی سلسلہ میں یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ تبلیغ کے کام کے لئے پشاور۔ مردان۔ نوشہرہ۔ ایبٹ آباد۔ کوہاٹ۔ بنوں۔ ڈیرہ اسمٰعیلخان اور ٹانک میں احمدیہ انجمنیں قائم ہیں۔

دیگر فرقوں کے مسلمانوں سے مقابلہ کرتے ہوئے لکھا ہے۔

احمدیوں کی خصوصیات میں سے یہ باتیں قابل ذکر ہیں کہ وہ توہمات سے آزاد ہوتے ہوئے بھی مسلمان ان کے عقائد ان تنگ خیالیوں سے مبرا ہیں۔ جو پرانے فرقہائے اسلام میں پائی جاتی ہیں۔ اور سب سے زیادہ یہی بات تعلیم یافتہ مسلمانوں میں ان کی حیرت انگیز ترقی کا باعث ہوئی ہے۔ وہ خونی جہاد کے خلاف ہیں اور تمام دوسرے بڑے مذاہب کے بانیوں کو خدا کے فرستادے مانتے ہیں۔ اور ان کی کتابوں کو وقتی ضرورتوں کے لئے خدا کی طرف سے انسان کی رہنمائی کے لئے الہامی سمجھتے ہیں۔

اسکے بعد سلسلہ کے مختصر حالات بیان کرتے ہوئے لکھا ہے۔

یہ سلسلہ رفتہ رفتہ قادیان سے جو اس کا مرکز ہے پنجاب کے دیگر قصبہ جات اور شہروں میں پھیل گیا۔ اس کو ہندوستان میں ہی ترقی نہیں ہوئی۔ بلکہ ماوراء حدود ہند افغانستان۔ فارس۔ عرب۔ سیلون۔ مشرقی افریقہ میں بھی ترقی پذیر ہوا ہے۔ بانی سلسلہ کی وفات کے وقت جو ۱۹۰۸ء میں ہوئی۔ یہ دعویٰ کیا جاتا تھا کہ اس سلسلہ کے ماننے والے روئے زمین پر پانچ لاکھ کے قریب ہیں۔

مرزا صاحب کی وفات کے بعد تبلیغی کام کو اس کے جانشین نے جاری رکھا۔ ایک مشن انگلستان کو ان کے عقائد کی مغرب میں تشہیر کے لئے بھیجا گیا۔ اس فرقہ کے پیرو دو پارٹیوں میں منقسم ہو چکے ہیں۔ ایک گروہ کا امام مرزا بشیر الدین محمود احمد ہے۔ جو کہ بانی سلسلہ کا فرزند ہے۔ اور اپنے باپ کی طرح قادیان سے سلسلہ کی نگرانی کرتا ہے۔ دوسری پارٹی کی روح رواں مولوی محمد علی ایم اے ہیں۔ جن کا مرکز لاہور ہے۔ چند پرائمری اور مڈل سکول اس سلسلہ کی طرف سے پنجاب میں مختلف جگہوں پر کھولے گئے ہیں۔ مبلغ باہر بھیجے جاتے ہیں۔

اس کے آگے مرکزی کاروبار کا کچھ ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے۔

سر توڑ کوشش کی جا رہی ہے کہ موجودہ زمانہ کے اسلامی نبی کے پیغام کو دنیا کے کونوں تک پہنچایا جائے یہ امر کہ یہ سلسلہ باہر کس حد تک کامیاب ہوگا۔ آئندہ زمانہ بتائیگا۔ لیکن اسمیں کوئی شک نہیں کہ بحیثیت مجموعی یہ فرقہ جوش اور طاقت سے معمور ہے۔ اور اس صوبہ سرحدی میں مسلمانوں کے ذہین طبقہ میں کامیابی کی امید دلاتا ہے۔

رپورٹ میں جماعت احمدیہ اور دیگر مسلمان فرقوں کا بھی دلچسپ مقابلہ کیا گیا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے۔

اگر ہم اسمٰعیلیوں کو جن کی تعداد قابل ذکر نہیں شیعوں میں شامل کریں۔ جن کی دراصل وہ شاخ ہیں۔ تو اس صورت میں صوبہ میں فرقوں کی تعداد چار ہی رہ جاتی ہے۔ ان میں سنی اور شیعہ دو مشہور گروہ ہیں۔ جو کہ تمام دنیا میں مشہور ہیں۔ تیسرا فرقہ احمدی ہے۔ جس کی عمر بمشکل تیس سال ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ وہابی یا اہلحدیث فرقہ چار سو سال سے زائد عرصہ سے رائج ہے۔ مگر اس کے پیرو مٹ رہے ہیں۔ اور اس وقت صوبہ بھر میں ایک وہابی کے مقابلہ میں چار احمدی موجود ہیں۔ فرقہ احمدیہ جوش و طاقت سے معمور ہے۔ لیکن سارے صوبہ میں ان کی تعداد کی مثال اس طرح ہے۔ جس طرح سمندر میں ایک قطرہ آب۔

رپورٹ کے متعلق کچھ

ان اقتباسات کے متعلق ہم چند باتیں پیش کرنا چاہتے ہیں۔ جن میں سے پہلی بات تو اسی رپورٹ کے ایک حصہ کے بارے میں ہے۔ اور وہ یہ کہ باوجود اس بات کا اعتراف کرنے کے کہ "اس فرقہ میں زیادہ تعداد اعلیٰ تعلیم یافتہ اور سمجھدار مسلمانوں کی ہے" اور یہ لکھنے کے کہ "تعلیم یافتہ مسلمانوں میں ان (احمدیوں) کی حیرت انگیز ترقی" اور یہ امید ظاہر کرنے کے کہ "بحیثیت مجموعی یہ فرقہ جوش اور طاقت سے معمور ہے۔ اور اس صوبہ میں مسلمانوں کے ذہین طبقہ میں کامیابی کی امید دلاتا ہے"

یہ بھی لکھا گیا ہے۔ کہ "ان (حضرت مرزا صاحب) کے اس دعوے سے کہ وہ مسلمانوں کے لئے مہدی۔ عیسائیوں کے لئے مسیح ہندوؤں کے لئے نیش کلنک یا کلکی اوتار ہیں۔ ان کے پیرو اس بات کے قائل ہیں۔ کہ احمد کا مشن عالمگیر ہے۔ یہ بات کوئی خاص ذکر کے قابل نہیں کہ ماسوائے ان کے پیروؤں کے کوئی اور شخص ان کے اس تین رخے دعوے کو ماننے کے لئے تیار نہیں۔ اور وہ اسے مضحکہ خیز خیال کریگا"

مگر یہ کونسی ایسی بات تھی۔ جسے رپورٹ میں بیان کرنا ضروری سمجھا گیا۔ کون نہیں جانتا مخالف معقول سے معقول اور مدلل سے مدلل بات کو بھی رد کر دیتے ہیں۔ اسی طرح اگر وہ لوگ جو حضرت مرزا صاحب کے پیرو نہ ہوں۔ آپ کے دعوے کو نہ مانیں۔ اور اسے مضحکہ خیز خیال کریں۔ تو اس میں تعجب ہی کیا ہے کیونکہ اگر ان کی یہ حالت نہ ہو۔ تو وہ حضرت مرزا صاحب کے پیرو ہی کیوں نہ بن جائیں۔ دراصل کسی شخص کے دعوے کو پرکھنے کیلئے یہ نہیں دیکھنا چاہئے۔ کہ اس کے مخالف کیا کہتے ہیں۔ بلکہ یہ دیکھنا چاہئیے۔ کہ معقول پسند اہل علم اور سمجھدار طبقہ کے لوگ کیا کہتے ہیں۔ اور یہ رپورٹ میں خود اعتراف کیا گیا ہے۔ کہ فرقہ احمدیہ اہل علم اور سمجھدار طبقہ میں حیرت انگیز ترقی کر رہا ہے۔ پس رپورٹ میں زیر بحث فقرہ کا اندراج بالکل فضول اور بے فائدہ ہے اس سے رپورٹ کی وقعت میں کوئی اضافہ نہیں ہوا۔ بلکہ کمی ہوئی ہے۔

جماعت احمدیہ کی ترقی اور اہلحدیثوں کا تنزل

دوسری بات ہم اہلحدیثوں کے متعلق ان کے "سردار" مولوی ثناء اللہ صاحب کو مخاطب کرکے کہنا چاہتے ہیں۔ جو یہ ہے۔ کہ آپ سالہا سال سے سر سے لیکر ناخنوں تک کس قدر زور احمدیت کے خلاف لگا رہے ہیں۔ کیسے کیسے فریب اور دھوکے دینے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اور کیا کیا چالبازیاں کرتے رہتے ہیں۔ مگر خدارا نتائج پر غور کیجئے۔ اور دیکھئے کہ نَاْتِی الْاَرْضَ نَنْقُصُھَا مِنْ اَطْرَافِھَا کا الٰہی معیار احمدیت کے حق میں ثابت ہو رہا ہے۔ یا اہل حدیثوں کے متعلق۔ احمدیوں کی ترقی ہو رہی ہے۔ یا اہل حدیثوں کی۔ فرقہ اہلحدیث کی عمر کے مقابلہ میں احمدی جماعت کی کیا عمر ہے کچھ نسبت ہی نہیں۔ کہاں چار سو سالہ فرقہ اہل حدیث اور کہاں ۳۰ سال کی جماعت احمدیہ۔ مگر صوبہ سرحد کی رپورٹ مردم شماری بتاتی ہے کہ اس صوبہ میں اس وقت ایک وہابی کے مقابلہ میں چار احمدی موجود ہیں۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

مولوی صاحب عام طور پر پوچھا کرتے ہیں کہ مرزا صاحب نے آکر کیا کیا۔ انہیں باقی دنیا سے کیا۔ کہ اس میں حضرت مرزا صاحب کے ذریعہ کیا کیا انقلاب آئے۔ اور کیا کیا تغیرات ہوئے۔ اور ہو رہے ہیں۔ وہ اپنے گھر کو ہی دیکھ لیں۔ کہ ایک قلیل عرصہ میں اس کی بنیادیں کھوکھلی ہو چکی ہیں۔ یا نہیں۔ اور باوجود مخالفت میں سارا زور صرف کر دینے کے دن بدن وہ تباہی کے زیادہ قریب ہو رہا ہے۔ یا نہیں۔ اگر احمدیت کے مقابلہ میں اہلحدیثوں کی ہستی مٹ رہی ہے اور احمدیت ان پر دن بدن نمایاں غلبہ حاصل کر رہی ہے۔ اور یقیناً کر رہی ہے۔ تو اسی سے سمجھ لیں کہ حضرت مرزا صاحب نے آکر چند سالوں میں کیا کیا۔ آپ نے یہ کیا کہ صدیوں کے فرقہ کی بیخ و بنیاد کو اکھیڑ دیا۔ اب ایک ثناء اللہ کیا بیسیوں ثناء اللہ بھی اگر ساری عمر چیختے چلاتے رہیں تو سوائے ناکامی اور نامرادی کے ان کے ہاتھ کچھ نہیں آسکتا۔ احمدیت بڑھیگی۔ اور روز بروز بڑھیگی۔ اس کے دشمن گھٹینگے۔ اور دن بدن مٹتے جائینگے۔ جس کی ایک چھوٹی سی مگر تازہ مثال صوبہ سرحدی میں وہابیوں کی ہے۔

کاش لوگ اس پر غور کریں۔ اور سوچیں کہ صداقت اور حقانیت کا اس سے بڑھکر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔ کہ باوجود دشمنوں کی تمام کوششوں اور سرگرمیوں کے احمدیت کا چھوٹا سا پودا کس طرح پھیل رہا ہے۔ حالانکہ اس کی آبیاری کرنے والے دنیاوی لحاظ سے ہر طرح کمزور اور بیکس ہیں۔ ہر جگہ ستائے اور دکھ دئے جا رہے ہیں۔ ہر طرف سے دشمن ان پر یورش کر رہا ہے۔

یہ محض زور صداقت اور حقانیت ہے اور محض خدا تعالیٰ کی تائید ہے ۔ جس کے ذریعہ احمدیت ترقی کر رہی ہے ؎

جماعت احمدیہ اور غیر مبایعین

تیسری بات ہم اپنے غیر مبایع دوستوں سے کہنا چاہتے ہیں کہ مسئلہ نبوت مسیح موعود پر جن دنوں پر زور بحث ہو رہی تھی ۔ اس وقت غیر مبایع اصحاب کی طرف سے کہا جاتا تھا ۔ کہ اور علاقوں میں مسیح موعود کو نبی کہہ دینا آسان بات ہے ۔ سرحد میں جا کر کہو ۔ تو پتہ لگے اگرچہ مبایعین کا یہ کہنا اپنے حوصلہ اور دلیری پر دوسروں کو قیاس کرتے ہوئے تھا ۔ اور اس کا جواب ہماری طرف سے یہی دیا جاتا تھا ۔ کہ ہم ہر جگہ اور ہر ملک میں حضرت مسیح موعود کی اصل شان کو پیش کرتے ہیں ۔ اور کرتے رہینگے ۔ اور کسی قسم کا خوف اور ڈر ہمیں اس سے باز نہیں رکھ سکتا ۔ لیکن ان کا بہترین جواب اب تازہ رپورٹ مردم شماری نے دیدیا ہے ۔ جسے پڑھکر غیر مبایعین کو بھی اعتراف کرنا پڑا ہے کہ :-

"احمدیت کا پودا اس سرزمین میں جو نسبتاً سخت واقع ہوئی ہے ۔ نہایت اطمینان کے ساتھ بڑھ رہا ہے " (پیغام ۱۲ جولائی)

اور یہ رپورٹ بتاتی ہے کہ دس سال کے عرصہ میں صوبہ سرحد میں حضرت مسیح موعود کو خدا تعالیٰ کا نبی ماننے والی جماعت نے ایسی نمایاں ترقی کی ہے ۔ کہ اس کے مقابلہ میں غیر مبایعین قابل ذکر ہی نہیں ہیں چنانچہ مذکورہ بالا رپورٹ میں صرف یہ دکھانے کے لئے کہ احمدی جماعت سے کچھ لوگوں نے الگ ہو کر اپنا علیحدہ اڈا بنا لیا ہے ۔ اشارۃً غیر مبایعین کا ذکر کیا گیا ہے ۔ اور بس ۔ اور اس امر کا احساس خود غیر مبایعین کو بھی ہوا ہے ۔ چنانچہ اس رپورٹ کا ذکر کرتے ہوئے پیغام ۱۲ جولائی لکھتا ہے :-

" لاہوری فریق کا ذکر اور ان کے جماعتوں اور رسائل کی تعداد کو عمداً یا سہواً نظر انداز کر دیا گیا ہے ۔ حالانکہ قادیانی فریق کی تمام باتوں کو تفصیل سے لکھا گیا ہے ۔ لاہوری فریق کے متعلق محض ایک اشارہ ہی کیا گیا ہے ۔ اور باقی باتوں کو چھوڑ دیا گیا ہے "

مگر ہمارے نزدیک اس کی وجہ سوائے اس کے اور کوئی نہیں ہے ۔ کہ غیر مبایعین کی "باقی باتوں" کو مبایعین کے مقابلہ قابل ذکر ہی نہیں سمجھا گیا ؎

اس سے غیر مبایع دوست سمجھ لیں ۔ کہ عوام کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے حضرت مسیح موعود کو اصل شان سے گھٹا کر پیش کر کے انہیں کیا حاصل ہوا ۔ اور کسی کی ناراضگی کی پرواہ نہ کرتے ہوئے حقیقی شان میں پیش کرنے والوں کو کیا ۔ کیا آئندہ غیر مبایعین لوگوں کی رضامندی پر خدا تعالیٰ کی خوشنودی کو ترجیح دینگے ۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دنیا کے سامنے اسکے حقیقی رنگ میں پیش کریں گے ؎

سرحدی احباب سے خطاب

آخر میں ہم اپنے سرحدی احمدی بھائیوں کو اس دس سالہ شاندار ترقی پر تمام جماعت کی طرف سے مبارکباد دیتے ہیں ۔ اور دعا کرتے ہیں ۔ کہ خدا تعالیٰ ان کی ہمتوں میں برکت اور ارادوں میں استقلال اور جوش میں اضافہ فرمائے ؎

دس سال کے عرصہ میں ستائیس گنا ترقی ایک نہایت ہی خوش کن اور مسرت انگیز ترقی ہے اور اس سے ظاہر ہے ۔ کہ سرحدی احباب نے کس جوش اور محنت سے احمدیت کی تبلیغ کی ہے ۔ یہی وجہ ہے ۔ کہ سرحدی اصحاب حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا مزاج پہلے ہی حاصل کر چکے ہیں ۔ چنانچہ ایک گذشتہ سالانہ جلسہ کے موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا تھا ۔ کہ جب پشاور جیسے علاقہ میں ہر سال احمدیت کی ترقی ہو سکتی ہے ۔ تو دوسرے علاقوں میں کیوں نہیں ہو سکتی ۔ گویا حضور نے سرحدی احباب کی تبلیغی کوشش کو ساری جماعت کے لئے بطور نمونہ پیش کیا تھا ۔ اور فی الواقعہ سرحدی احمدیوں کی کوششیں قابل نمونہ ہی ہیں ۔ مگر بات جب ہے ۔ کہ آئندہ مردم شماری تک اس قدر جوش اور زور سے تبلیغ کی جائے ۔ کہ اس ترقی کے مقابلہ میں گذشتہ دس سالہ ترقی کی نسبت بھی ہیچ ہو جائے ۔ اور ایسا ہونا کوئی مشکل امر نہیں ۔ اگر دس سال میں ایک احمدی کی بجائے ستائیس احمدی ہو سکتے ہیں ۔ اور ہوئے ہیں ۔ تو کوئی وجہ نہیں ۔ کہ جب سرحدی جماعت پہلے کی نسبت ستائیس گنا زیادہ ہو جائے ۔ اس وقت اس کی ترقی کی نسبت اور زیادہ نہ بڑھ جائے ۔ پس امید ہے کہ سرحدی احباب اپنے اس شاندار کارنامہ میں دن بدن اضافہ کرتے رہینگے ۔ اور ان کا ہر قدم آگے ہی آگے اٹھیگا ؎

اس موقعہ پر ہم دوسرے علاقوں کے احمدیوں کے متعلق کچھ نہیں کہنا چاہتے اور اس کو اس وقت پر اٹھا رکھتے ہیں ۔ جبکہ ان علاقوں کی رپورٹ مردم شماری کا ذکر کرینگے ؎

علاقہ شدھی میں آریوں کی درگت

ارتداد کا فتنہ برپا کرتے وقت مہاشہ شردھانند نے ہندوؤں کو عجیب عجیب سبز باغ دکھائے اور کہا تھا کہ ملکانے پیاسے پرند کی طرح منہ کھولے بیٹھے ہیں ۔ اور شدھی کیلئے بیتاب ہو رہے ہیں ۔ لیکن جوں جوں حالات بدل رہے ہیں آریوں کیلئے یہ فتنہ وبال جان ہو رہا ہے جس کا کسی قدر پتہ ملاپ کے حسب ذیل الفاظ سے لگتا ہے ۔ جو لکھتا ہے :-

" گاؤں میں گھومتے ہوئے معززگران کے سوئم سیوکوں اور بہت غرض کام کرنے والوں کو وو دو کوڑی کے آدمیوں کو ہاتھ جوڑ جوڑ کر منتیں کر کے سمجھانا پڑتا ہے ۔ مگر ٹھاکر صاحب بجائے اور سنگار کرنے کے الٹی سیدھی گالیاں سنانی شروع کر دیتے ہیں ۔ گاؤں گاؤں میں پارٹیاں موجود ہیں ۔ دوڑ دھوپ کر کے ایک پارٹی کو شدھی کے حق میں کر دیا جائے ۔ تو دوسری بگڑ جاتی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ جمعہ

مومن کو دین کے کام کس طرح کرنے چاہئیں

فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہٖ

(۱۷۔ اگست ۱۹۲۳ء)

سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا۔

آج میں

ایک اہم معاملہ

کے متعلق اپنے دوستوں کو کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ گو بسبب کھانسی کی تکلیف کے میں ڈرتا ہوں کہ اس خوش اسلوبی سے مضمون کو ادا نہ کر سکوں۔ جو اس کا حق ہے۔ تاہم میں حتی الوسع کوشش کرونگا کہ ایسے رنگ میں ادا کروں۔ کہ سب دوست اچھی طرح سمجھ سکیں۔ وہ مضمون جس کے متعلق میں بیان کرنا چاہتا ہوں۔ اور جسے لوگوں کے ذہن میں اچھی طرح داخل کرنا چاہتا ہوں۔ کیا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ مومن کو دین کے کام کس طرح کرنے چاہئیں۔ جب تک کوئی شخص اپنی ذمہ واری کو محسوس نہیں کرتا۔ جب تک کوئی انسان اپنے فرائض سے آگاہ نہیں ہوتا جب تک کوئی انسان کسی چیز کی حقیقت سے واقف نہیں ہوتا۔ اسوقت تک اس کام میں نہ تو کامیابی ہو سکتی ہے۔ نہ برکت ہوتی ہے۔ درحقیقت تمام کامیابیاں فرائض کی ادائگیاں حقیقت پر آگاہی اور فرائض کے سمجھنے پر منحصر ہوتی ہیں۔ ایک

نہایت فہیم اور ہوشیار انسان

کو اگر ایسے کام پر لگا دیا جائے جس کی حقیقت جس کی ماہیت جس کے فرائض اور جس کی ذمہ واریوں سے وہ آگاہ نہ ہو۔ تو کبھی اچھی طرح اُسے نہ کر سکیگا۔ لیکن اگر ایک جاہل اور کم عقل انسان کو ایسے کام پر لگا دیا جائے۔ جس کی حقیقت اور ذمہ داریوں سے وہ آگاہ ہو۔ تو وہ اسے اچھی طرح کر سکیگا۔ دُنیا میں بہت سے لوگ ہوشیار ہوتے ہیں۔ وہ جب کسی بات کو سمجھ لیں۔ تو عمدگی سے اسے حل کر لیتے ہیں۔ مگر دنیا کے کاموں میں عموماً نامُراد رہتے ہیں۔ اور بعض ایسے آدمی ہوتے ہیں۔ جنہیں لوگ بیوقوف اور اُلّو کہتے ہیں۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ روز بروز ترقی کرتے جاتے ہیں۔ مثلاً اگر گورنمنٹ کے ملازم ہوں۔ تو ہر سال ان کے عہدہ اور تنخواہ میں ترقی ہوتی جاتی ہے۔ کہنے والے انہیں اُلّو اور احمق کہتے رہتے ہیں۔ مگر بہ نسبت عقلمندوں کے وہ اُلّو بڑھتے رہتے ہیں۔ اس کی وجہ کیا ہے۔ اگر کوئی شخص سچائی کے ساتھ غور کرے اور دونوں کی حالت کا موازنہ کرے۔ تو واقعہ میں وہ عقلمند ہوتے ہیں۔ اور دوسرے واقعہ میں اُلّو ہی ہوتے ہیں۔ مگر ایسے موقعہ پر پھر یہ کہا جاتا ہے کہ اپنی اپنی قسمت۔ حالانکہ

خدا تعالیٰ کسی کو بدقسمت نہیں بناتا

سارے بندے اسکے ہیں۔ پھر وہ کسی کو بدقسمت کیوں بناتا اور سارا قرآن کریم اس بات سے بھرا پڑا ہے۔ کہ ہر ایک کو خدا نے خوش قسمت بنایا ہے۔ آگے انسان خود اپنے آپ کو خوش قسمت ثابت کرتا ہے۔ اور خود ہی اپنے آپ کو بدقسمت ٹھہراتا ہے۔ ورنہ ترقی کرنیوالا انسان نہ اس قسمت کی وجہ سے ترقی کرتا ہے۔ جو خدا کی طرف سے مقرر ہوتی ہے۔ اور نہ تنزل کرنیوالا اس قسمت کی وجہ سے تنزل کرتا ہے بلکہ دونوں میں سے ایک کی کامیابی اور دوسرے کی

ناکامی کا راز

اپنی اپنی کوششوں میں ہوتا ہے۔ جو شخص ترقی کرتا ہے وہ اس لئے کرتا ہے کہ اپنے فرائض کو سمجھتا ہے۔ اور جو شخص تنزل کے گڑھے میں گرتا ہے۔ وہ اس لئے گرتا ہے کہ اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کو نہیں سمجھتا اگر کوئی شخص عقل اور اعلیٰ حافظہ رکھتا ہے۔ تو کس کام کا؟ اگر اسے صحیح طور پر استعمال نہیں کرتا۔ بعض شاعر لکھتے ہیں اور بہت خوب لکھتے ہیں کہ

دُنیا کے باغ میں بہت سے پھول

ایسے کھلتے ہیں کہ اگر وہ اپنی خوبصورتی اور شادابی دکھا سکیں تو لوگ ان پر لٹو ہو جائیں۔ اور وہ لوگ جو دُنیا میں شہرت حاصل کئے ہوئے بیٹھے ہیں۔ ان کے سامنے ماند پڑ جائیں یعنی دنیا میں ایسے لوگ پیدا ہوتے ہیں کہ جن کو اگر کام کرنے کا موقع ملتا۔ اور وہ کچھ کر کے دکھا سکتے۔ تو بڑے بڑے مشہور لیڈر اور شہرت یافتہ لوگ ان کے سامنے حقیر ہو جاتے۔ مگر شہرت پانے والوں اور ان میں فرق یہ ہے کہ ان کو کام کرنے کا موقع نہ ملا۔ اور دوسروں کو موقع مل گیا۔ اس لئے یہ تو زمین میں پوشیدہ پڑے رہے۔ اور وہ

آسمان کے ستارے

بن گئے۔

یہ ایک لطیف مضمون ہے۔ مگر اس سے بھی زیادہ وضاحت کے ساتھ یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ دُنیا میں بہت سے ایسے لوگ جو اعلیٰ قابلیتیں رکھتے ہیں۔ گمنام اسلئے نہیں رہتے کہ انہیں اپنی

لیاقت دکھانے کا موقع

نہیں ملتا۔ بلکہ اسلئے گمنام رہتے ہیں کہ ان کو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اپنی طاقتوں کو کس طرح خرچ کریں یا کس محل پر خرچ کریں۔ اور ایسے وجود ان کی نسبت بہت زیادہ ہوتے ہیں۔ جن کو موقع نہیں ملا ہوتا۔ مگر میں کہتا ہوں کہ موقع نکالنا بھی تو انسان کی اپنی طاقت میں ہے۔ اور جو اپنی طاقت سے کام نہیں لیتا اُسے طاقت کیا فائدہ دے سکتی ہے دیکھو سوئے ہوئے کو جگانا آسان ہے۔ مگر جاگتے کو جگانا بہت مشکل ہے۔ پس جس کو خدا نے طاقتیں دی ہوں۔ وہ اگر ان کا استعمال نہیں کرتا۔ تو اس کو بلند مقام پر کھڑا کرنا

کسی انسان کی طاقت میں نہیں ہے۔ تو بہت لوگ اس لئے دنیا میں ناکام نہیں رہتے۔ کہ ان کو کام کرنے کا موقع نہیں ملتا۔ بلکہ اس لئے ناکام رہتے ہیں کہ وہ اپنی

لیاقت کا استعمال

نہیں جانتے۔ اور اپنی ذمہ داریوں سے آگاہ نہیں ہوتے اگر وہ اپنی ذمہ واریوں اور کام کی حقیقت کو سمجھ لیں۔ تو کامیاب ہو جائیں۔ لیکن چونکہ سمجھتے نہیں اس لئے ناکام ہوتے ہیں +

مومنوں کی ناکامی کی وجہ

بھی یہی ہوتی ہے۔ ان میں ایمان ہوتا ہے۔ ان کو سچا دین اور صداقت مل جاتی ہے۔ مگر چونکہ انہیں یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اس دین کو کس طرح استعمال کریں اور ان کی کیا ذمہ واریاں ہیں۔ جن کو بجا لاکر اللہ تعالیٰ کے فضل کے وارث بنیں۔ اس لئے ناکام رہتے ہیں۔ آج میں اس مضمون کے

ایک پہلو

کو بیان کرنا چاہتا ہوں۔ اور وہ یہ ہے کہ مومن کو کس طرح دینی کام کرنا چاہیئے +

میرے نزدیک بہت سے لوگ اس لئے روحانی ترقی اور قرب الہی سے محروم رہ جاتے ہیں کہ وہ نہیں جانتے۔

کس طرح کام کرنا چاہیئے

اور بہت سے لوگ اس شبہ میں پڑے رہتے ہیں کہ یہ ہمارا کام نہیں۔ فلاں کا ہے۔ یا یہ کہ ہم کو کسی نے یہ کام کرنے کے لئے نہیں کہا۔ اس لئے ہم کیوں کریں اس طرح وہ

دینی خدمت سے محروم

رہ جاتے ہیں۔ حالانکہ اگر انسان اپنے اور خدا تعالیٰ کے تعلق پر غور کرے۔ تو اسے یہ عجیب بات معلوم ہوگی کہ خدا تعالیٰ نے اپنے اور بندے کے درمیان کوئی واسطہ مقرر نہیں کیا۔ اور یہ ایک بہت بڑا فرق اسلام اور دیگر مذاہب میں ہے۔ اور مذاہب نے خدا اور بندے کے درمیان مختلف واسطے رکھے ہیں۔ لیکن اسلام

براہ راست خدا سے تعلق

بتاتا ہے۔ اور کسی کو واسطہ نہیں ٹھہراتا۔ مثلاً

عیسائیت

بتلاتی ہے کہ خدا اور بندہ کے درمیان مسیح کا وجود ٹھہرا ہے۔ کوئی شخص خدا تک پہنچ نہیں سکتا جب تک مسیح کو وسیلہ نہ بنائے۔

زرتشتی لوگ

روحانی طاقتوں کو وسیلہ قرار دیتے ہیں۔ آگ، سمندر، سورج، اور اپنے پرانے بزرگوں کے متعلق کہتے ہیں کہ کوئی انسان خدا تک پہنچ نہیں سکتا جب تک ان سے وسیلہ کے ذریعہ تعلق نہ پیدا کرے۔

ہندو

بھی یہی کہتے ہیں۔ انہوں نے بھی مختلف وسیلے بنائے ہوئے ہیں کسی نے شوجی کو وسیلہ قرار دیا ہے کسی نے برہما کو کسی نے رام چندر جی کو کسی نے کرشن جی کو۔ اور ہندوؤں میں سے ہی الگ الگ مذہب بن گئے ہیں۔ مثلاً

بدھ اور جینی

وغیرہ انہوں نے بھی اپنے الگ الگ وسائل بنا رکھے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان کے بغیر کوئی انسان خدا تک نہیں پہنچ سکتا پس غیر مذاہب کے لوگ ان وسیلوں کی عبادتیں کرتے ہیں۔ نہ کہ خدا کی۔ اسلام نے پہلی ضرب انہی پر یہ لگائی ہے کہ

خدا اور بندہ میں کوئی وسیلہ نہیں

خدا اور بندہ میں یہی وسیلہ ہے جو خدا کو بندہ سے شفقت اور محبت ہے اور جو رحمانیت اور رحیمیت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم کی ہر سورۃ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے شروع ہوتی ہے کہ میں اس خدا کا نام لیتا ہوں۔ جو رحمٰن اور رحیم ہے۔ اور جس کی رحمانیت اور رحیمیت کے ہوتے ہوئے اور کسی کی ضرورت نہیں +

دیکھو کسی کے پاس جانے کے لئے

دو باتوں کی ضرورت

ہوتی ہے۔ اول یہ کہ جانے کے لئے سامان میسر ہو۔ اور دوسرے یہ کہ جس کے پاس جانا ہو۔ وہ اپنا دروازہ کھول دے اور ملاقات کرے۔ مثلاً ایک شخص جو اپنے کسی دوست کے پاس جانا چاہتا ہے۔ اسکے لئے دو ہی روکیں ہو سکتی ہیں اور وہ یہ کہ دوست کہیں دور رہتا ہو جہاں ریل نہ جاتی ہو۔ اور جانے کا سامان میسر نہ ہو۔ دوسرے یہ کہ وہاں چلا تو جائے مگر وہ دوست اپنے گھر میں اسے گھسنے نہ دے ان دو روکوں کے سوا اور کوئی روک نہیں ہو سکتی۔ اور نہ کسی وسیلہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور ان دو روکوں کے متعلق خدا تعالیٰ نے کہدیا ہے کہ جو میرے پاس آنا چاہتے ہیں۔ انہیں بتا دو۔

میں رحمٰن ہوں

اپنے پاس پہنچنے کے سارے سامان میں نے بغیر انسان کی خواہش اور ارادہ کے مقرر کر دیئے ہیں۔ اب سامان تو میسر ہو گئے۔ مگر کوئی کہہ سکتا ہے کہ جب تک مسیح۔ کرشن۔ شوجی۔ آگ۔ سورج۔ زرتشت وغیرہ نہ کہدے کہ فلاں کو اپنے پاس آنے دیا جائے۔ اسوقت تک دروازہ نہیں کھلتا۔ اسکے متعلق فرمایا

میں رحیم ہوں

جو مجھ سے محبت کرتا اور میری طرف آتا ہے میں اسکے آگے بڑھ کے ملتا ہوں +

اس سے معلوم ہو گیا کہ خدا اور بندہ کے درمیان کوئی وسیلہ نہیں ہے۔ مگر افسوس ہے کہ مسلمانوں میں سے بھی بعض جاہل اس طرف چلے گئے ہیں کہ خدا تعالیٰ تک پہنچنے کیلئے کوئی وسیلہ ہونا چاہیئے۔ ایک وسیلہ تو قرآن

نے بھی بتایا ہے۔ مگر اسکے معنے

خدا تعالیٰ کا قرب

ہے۔ اور یہ صحیح ہے۔ مگر بعض لوگ اس طرف گئے ہیں کہ خدا اور انسان کے درمیان کوئی اور انسان وسیلہ ہونا چاہیئے حالانکہ خدا اور بندہ کے درمیان کوئی وسیلہ نہیں اسلئے ہر حکم ہر انسان کو خدا تعالیٰ کی طرف سے براہ راست ملتا ہے۔ اور اس کا پورا کرنا اسکے ذمہ ہوتا ہے۔

کوئی کہے اگر یہ سچ ہے تو

ہر انسان پر شریعت نازل ہونی چاہیئے

مگر یہ اعتراض درست نہیں۔ شریعت کے نزول کی وجہ اور ہے اور ہر بندہ کو حکم ملنا اور ہے۔ ہر انسان پر شریعت اسلئے نازل نہیں ہو سکتی۔ کہ اسکے ساتھ نمونہ بھی چاہیئے۔ اور جب تک کوئی انسان کامل طور پر پاک نہ ہو اسوقت تک نمونہ نہیں ہو سکتا اور جب تک نمونہ نہ ہو۔ شریعت نہیں نازل ہو سکتی۔ پس اگر ہر انسان کو شریعت ملتی ہوتی تو ساری دنیا ہی اس سے محروم رہتی۔ کیونکہ ایسے وجود گمراہی کے زمانہ میں کم ہی پائے جاتے ہیں۔ جو کامل طور پر پاک ہوں۔ جیسے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں لوگ گر گئے تھے۔ اور اسقدر ادنیٰ درجہ پر چلے گئے تھے کہ کوئی انہیں سے خدا سے کلام نہ کر سکتا تھا جب یہ حالت تھی۔ تو اسوقت چونکہ صرف محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی شریعت پانے کے قابل تھے۔ اسلئے اسوقت صرف آپ ہی ہدایت پاتے۔ اور کوئی نہ پاتا۔ مگر

منشائے الٰہی

یہ ہوتا ہے کہ ساری دنیا ہدایت پائے اسلئے وہ اپنے نبیوں کو کھڑا کرتا ہے۔ اور وہ چونکہ مستحق ہوتے ہیں۔ خدا تعالیٰ سے کلام کرنیکے اسلئے ان کو کہتا ہے۔ میں لوگوں سے بوجہ انکی بداعمالیوں کے خفا ہوں تو ان سے کہو کہ اپنی اصلاح کریں۔ اور خدا کے محبوب بنجائیں۔ جیسے باپ جو بچہ سے خفا ہو۔ دوسرے آدمی کو کہتا ہے کہ تو میرے لڑکے کو یہ بات کہدے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا۔ کہ باپ کا بیٹے سے براہ راست تعلق نہیں ہوتا ہوتا ہے۔ مگر لڑکے کی حالت چونکہ ایسی نہیں ہوتی کہ براہ راست مخاطب کیا جا سکے۔ اسلئے دوسرے کے ذریعہ اپنی شفقت کی طرف توجہ دلاتا ہے۔ تو نبیوں کو خدا تعالیٰ شریعت دیکر بھیجتا ہے۔ اور وہ اگر لوگوں کو خدا تعالیٰ کے احکام سُناتے ہیں۔ اور جس دن لوگ اس نبی پر ایمان لاتے ہیں اسی دن وہ کلام

براہِ راست

ان کا ہوتا ہے۔ مثلاً جب کوئی شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتا ہے اسی دن اسپر قرآن کریم نازل ہوتا ہے۔ ورنہ اگر صرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے قرآن نازل ہوا۔ تو ہم پر اسکی پابندی کیوں؟ ہر شخص جو ایمان لاتا ہے۔ اُسپر

قرآن نازل ہوتا ہے

اسی لیئے قرآن کریم میں قرآن اور دوسری کتابوں کے متعلق آتا ہے کہ تم پر نازل کی گئیں۔ حالانکہ بظاہر تو وہ نبی پر نازل ہوئیں اسکا مطلب یہ ہے کہ تمام بندے جو مخاطب ہوتے ہیں ان سب پر نازل ہوتی ہیں اسوقت چونکہ صرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خدا سے کلام کرنے کے مستحق تھے۔ اور لوگ نہ تھے اسلئے آپ ہی پر نازل ہوا۔ ورنہ جب کوئی ایمان لاتا ہے اسی پر نازل ہوتا ہے اسی لئے صوفیا نے لکھا ہے کہ نماز میں اسوقت تک لذت نہیں آسکتی۔ جب تک وہ آیتیں جو انسان پڑھ رہا ہو ان کے متعلق یہ نہ سمجھے کہ مجھ پر نازل ہو رہی ہیں تو ہر بندہ اور خدا کا تعلق براہ راست ہے۔ اگر خدا تعالیٰ اپنا کلام توسط سے پہنچاتا ہے تو اسلئے کہ جسے واسطہ بنایا جاتا ہے اسکے سوا باقی لوگ خدا سے دور ہوتے ہیں۔ اور جب قریب آجاتے ہیں تو وہ کلام ان کے لئے بھی ایسا ہی ہو جاتا ہے جیسا اسکے لئے جسپر نازل ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم کی کوئی آیت ایسی نہیں۔ جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے زیادہ ہے۔ اور ہمارے لئے نہیں سب کے لئے ایک ہی جیسا قرآن ہے اسلئے وہ ہمارے لئے کلام ہے۔ اور گویا ہم پر نازل ہوا ہے۔

پس خدا تعالیٰ سے بندہ کا براہ راست تعلق ہوتا ہے حتیٰ کہ رسول کا بھی اسمیں کوئی دخل نہیں ہوتا۔

بعض صوفیا نے لکھا ہے

کہ بندہ اور خدا کا ایسا تعلق ہوتا ہے کہ پیر نہیں جانتا۔ اسکو مُرید کا خدا سے کیا تعلق ہے اور مُرید کو علم نہیں ہوتا کہ اسکے پیر کا خدا سے کتنا تعلق ہے۔ کیونکہ بندہ اور خدا کا تعلق بلاواسطہ ہوتا ہے۔ اگر بالواسطہ ہوتا تو پیر کو بتایا جاتا کہ تمہارے فلاں مرید کا خدا سے یہ تعلق ہے اور فلاں کا یہ۔ مگر ہر انسان کا تعلق خدا سے براہ راست ہوتا ہے۔ اور جب براہ راست ہوتا ہے تو

دین کی سب باتیں

ہر ایک بندہ سے تعلق رکھتی ہیں۔ اور انمیں بھی کوئی واسطہ نہیں مثلاً یہ نہیں کہ نماز اسلئے پڑھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا ہے۔ بلکہ اسلئے پڑھے کہ خدا تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی کہا ہے۔ اور ہم کو بھی کہا ہے۔ روزہ اسلئے نہ رکھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا ہے بلکہ اسلئے رکھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی خدا نے کہا ہے اور ہم کو بھی خدا نے کہا ہے۔

پس جب رسول بھی وسیلہ نہیں ہوتے۔ تو اور کوئی وجود تو ہو ہی نہیں سکتا۔ رسولوں سے اُتر کر

خلفاء اور مجددین

سمجھتے ہیں، یہ کس طرح وسیلہ ہو سکتے ہیں۔ پس درحقیقت ہر مومن خدا تعالیٰ سے براہ راست تعلق رکھتا ہے۔ اور براہ راست ساری ذمہ داریاں پاتا ہے۔

اب سوال یہ ہو سکتا ہے کہ پھر

خدا کے رسُولوں اور خلفاء کی اطاعت

کی کیا ضرورت ہے۔ لیکن انکی اطاعت کا یہ مطلب نہیں کہ انکی سفارش کے بغیر خدا تعالیٰ کسی کی بات نہیں سنتا۔ وہ خدا اور بندہ کے درمیان وسیلہ نہیں بلکہ نمونہ ہوتے ہیں۔ وسیلہ تو یہ ہوتا ہے کہ چاہے کوئی شخص کتنا نیک اور پرہیزگار ہو جب تک وسیلہ نہ کہے۔ خدا اس سے نہیں ملیگا اور نمونہ یہ ہوتا ہے کہ فلاں انسان نیک ہوا اور خدا کا مقرب بنا ہے ہم بھی ویسے ہی بنیں۔ تو انبیاء نمونہ ہوتے ہیں۔ کیونکہ وہ کامل اور اکمل وجود ہوتے ہیں۔ وہ گویا

خدا کا مجسم کلام

ہوتے ہیں جس طرح خدا کے کلام کو لفظوں میں قرآن میں پڑھ لیا۔ اگر اس کو شکل میں دیکھنا ہو۔ تو وہ محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ اور چونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کا مجسم کلام بن گئے۔ اسلئے جس طرح خدا کے کلام کی اتباع ہمارے لئے ضروری ہے۔ اسی طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع بھی ضروری ہے۔ کیونکہ آپ لوگوں کے لئے نمونہ ہیں۔ اور نمونہ کو دیکھ کر انسان بہت جلدی سمجھ سکتا ہے مثلاً اگر کسی کو وضو کرنے کا طریق سکھانا ہو تو زبانی بتانے سے اتنی جلدی نہیں سیکھ سکیگا جتنی جلدی کرکے دکھانے سے سیکھ جائیگا۔ تو ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جو اطاعت کرتے ہیں۔ یا آپ کے ذریعہ جو حکم دئے گئے ہیں۔ وہ اسلئے نہیں کہ آپ خدا اور ہمارے درمیان وسیلہ ہیں۔ بلکہ اسلئے کہ آپ

خدا کے احکام کا نمونہ اور تفسیر

ہیں۔ اور چونکہ آپ کے نمونہ کو دیکھے بغیر ہم خدا کے کلام کو سمجھ نہیں سکتے۔ اسلئے آپ کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت عائشہ رض فرماتی ہیں خلقہ القرآن کہ جس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہیں دیکھا۔ وہ قرآن کو پڑھے۔ گویا انہوں نے قرآن اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو ایک قرار دیدیا۔ کیونکہ قرآن میں کوئی صفت اور کوئی خوبی ایسی بیان نہیں ہوئی جو محمد صلے اللہ علیہ وسلم میں نہیں پائی جاتی۔ اور قرآن میں کوئی عیب کوئی شرعی برائی اور گناہ اور کوئی کمی جو بیان ہوئی۔ وہ محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نہیں پائی جاتی۔ پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کی تفسیر ہیں۔ اور ہر رسول اپنے اوپر نازل ہونیوالے خدا کے کلام کی تفسیر ہوتا ہے۔ اسی لئے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی جاتی ہے کیونکہ آپ ہمارے لئے اسوہ اور نمونہ ہیں۔ نہ اسلئے کہ آپ خدا اور ہمارے درمیان وسیلہ ہیں جہاں کوئی شخص آپ سے جدا ہوا۔ وہ قرآن کریم سے جدا ہو گیا کہ آپ

مجسم قرآن

ہیں۔ پس آپ کی اطاعت بوجہ اسوہ اور نمونہ کے ہے باقی رہے خلفاء۔ ان کے لئے ضروری نہیں کہ اسوہ ہوں۔ اور انکی اطاعت ویسی نہیں ہوتی۔ جیسی انبیاء کی ہوتی ہے۔ نبی تو جو کہتا ہے۔ وہ ماننا ضروری ہوتا ہے۔ لیکن ایک خلیفہ اگر اپنے وقت میں کوئی مسئلہ بیان کرتا ہے۔ اور کوئی اُسے سمجھ نہیں سکتا تو اسمیں اختلاف ہو سکتا ہے۔ اور اس کی مثالیں موجود ہیں حضرت ابوبکر کے وقت آپ ایک مسئلہ اور رنگ میں بیان فرماتے۔ اور بعض صحابہ اور رنگ میں۔ اور سوائے سیاسی اور انتظامی معاملات کے اس وقت خلیفہ جو کہتا اسی پر عمل ہوتا تو مسائل میں اختلاف کیا جاتا تھا چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد جب لوگوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تو حضرت ابوبکر رض نے کہا۔ میں اُن سے کافروں والا معاملہ کرونگا حضرت عمر رض اور دوسرے صحابہ اسکے خلاف تھے۔ مگر حضرت ابوبکر رض نے کسی کی نہ مانی۔ اور ان لوگوں کو قید کیا۔ اور غلام بنائے گئے۔ اسی طرح اور خلفاء کے زمانہ میں بھی بعض مسائل میں اختلاف ہوتا رہا ہے۔ تو

رسول کی اطاعت اور خلیفہ کی اطاعت میں فرق

ہے رسول سے کسی بات میں اختلاف کرنا داتی اور جہالت ہے۔ اور یہ اختلاف ایسا ہی ہے جیسے کوئی کہے کہ خدا نے غلطی کی ہے۔ کیونکہ رسول کا کلام خدا تعالیٰ کے کلام کی تفسیر ہوتا ہے۔ یہ تو ایسی ہی مثل ہے۔ کوئی پٹھان قدوری پڑھ رہا تھا۔ حدیثوں میں آتا ہے کہ نماز میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض حرکات کی ہیں۔ مثلاً آپ کی پیٹھ پر بچہ چڑھ گیا۔ اور آپ نے ہٹا دیا یا اُٹھا لیا یا اور حرکات کیں۔ ادھر بعض فقہاء نے لکھا ہے کہ حرکت سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ پٹھان نے جب یہ بات پڑھی تو کہنے لگا۔ خو محمد صاحب کا نماز ٹوٹ گیا۔ وہ یہ نہ سمجھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو نماز کی تفسیر ہیں۔ تو

انبیاء کی ہر بات ماننی ضروری ہوتی

کیونکہ وہ خدا کے کلام کی تفسیر ہوتے ہیں۔ مگر خلفاء ایسے نہیں ہوتے۔ اگر ہوں تو یہ ان کا ذاتی کمال ہوگا۔ خلافت سے اس کا تعلق نہیں۔ اسلئے انکی اطاعت نبی کی اطاعت کے مقابلہ میں محدود ہوتی ہے۔ اور وہ یہ کہ انتظامی معاملات جنمیں جماعت کو جمع رکھنا ہوتا ہے۔ ان میں ان کا حکم ماننا چاہئے۔ مثلاً قاضیوں نے جو فیصلہ کرنا ہوگا۔ وہ خلیفہ کے حکم کے ماتحت کرنا ہوگا۔ تو خلفاء کی اطاعت محدود ہوتی ہے۔ اور صرف چند باتوں میں ہوتی ہے جو انتظامی معاملات سے تعلق رکھتی ہیں مسائل فقہ سے تعلق نہیں رکھتیں۔ پس

خلفاء بھی واسطہ نہیں

اور جب انبیاء بھی واسطہ نہ ہوئے۔ اور نہ خلفاء تو پھر اور کونسا وجود واسطہ ہو سکتا ہے۔ اصل بات یہی ہے کہ خدا اور بندہ کے درمیان کوئی واسطہ نہیں اسلئے ہر فرض جو شریعت نے مقرر کیا ہے۔ وہ

ہر مسلمان کا فرض

ہے۔ اگر تبلیغ کا فرض ہے۔ تو یہ نبی اور خلیفہ کا فرض نہیں۔ وہ اپنی ذات کے ذمہ وار ہیں۔ باقی ہر ایک مسلمان کا یہ فرض ہے۔ اور وہ اپنی ذات کا آپ ذمہ وار ہے۔ اور ایسا ہی ذمہ وار ہے جیسے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم۔ پس جب تک ہر ایک مسلمان اس بات کو نہ سمجھے کہ دین کے تمام حکم براہ راست اس کے لئے ہیں۔ اور سب کام اسکے ذمہ ہیں۔ تب تک اچھی طرح ان کو ادا نہیں کر سکتا۔

آگے رہی یہ بات کہ ان احکام اور فرائض کو کس طرح ادا کیا جائے۔ یہ مضمون چونکہ وسعت چاہتا ہے۔ اور آج وقت زیادہ ہو گیا ہے۔ اسلئے اگلے جمعہ پر ملتوی کرتا ہوں اُس دن بیان کروں گا۔ اگر اللہ تعالیٰ نے توفیق دی۔ کہ اس کی روشنی میں ہر مسلمان کا عمل کس طرح ہونا چاہیئے۔

ریاست بھرتپور اور الور ارتداد کی پشت پر

قلیل التعداد ریاستی مسلمان ارتداد کے منہ میں

اگر ریاست بھرتپور میں احمدی مبلغین کام کر رہے تھے۔ لیکن ریاست کی کونسل نے اب حکم دیدیا ہے۔ کہ احمدی مبلغ وہاں سے نکل جائیں۔ اس لئے کہ ریاست کے نزدیک وہاں ان کے رہنے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ وہاں کوئی مذہبی خطرہ نہیں اور اگر وہ وہاں رہیں تو ان سے قانونی سلوک کیا جائے۔ وغیرہ وغیرہ۔ اس کے ساتھ یہ بھی کہا گیا ہے کہ سب کے لئے یہ حکم ہے۔ لیکن واقعہ یہ ہے۔ کہ بھرتپور کا یہ فیصلہ عملی رنگ میں صرف مسلم مبلغین کے ہی خلاف ہے۔ ارتداد والوں کے خلاف نہیں ہے۔ اس کا تازہ ثبوت یہ ہے۔ کہ بھارتیہ شدھی سبھا آگرہ کے سکرٹری کی طرف سے ۹ راگست کو مندرجہ ذیل تار اخبارات میں شائع ہوا ہے۔ کہ بھارتی ہندو شدھی سبھا آگرہ نے تین مزید گاؤں شدھی کئے۔ موضع اج ریاست بھرتپور کی شدھی پنڈت کنور سردار سنگھ۔ کنور کلیان سنگھ۔ کنور پھول سنگھ کی سرتوڑ کوشش سے پنڈت کلیان مصر نے کرائی (تیج دہلی ۱۱ راگست) یہی خبر اخبار پرتاب۔ ملاپ ۱۳ راگست میں بھی درج ہوا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ اگر احمدی مبلغین کو نکالنے میں ریاست کی بدنیتی نہیں ہے۔ تو کیا وجہ ہے۔ کہ مسلم مبلغوں کو تو نکل جانے کا حکم دیا جاتا ہے۔ بلکہ نکالا جاتا ہے۔ لیکن اس کے مقابلہ میں شدھی والوں کو نہ صرف یہ کہ نکالا نہیں جاتا بلکہ ان کو موقع دیا جاتا ہے۔ کہ مسلمانوں کو مرتد کریں۔ چنانچہ وہ میدان خالی پا کر اس ہندو ریاست کے بل پر ایک اور گاؤں کو مرتد بنا ڈالتے ہیں۔ کونسل ریاست اپنے اس طریق عمل پر غور کرے۔ اور مسلمانان ہند مرتد ریاستی مسلمانوں کی بیکسی کا اندازہ لگائیں

ان ہندو ریاستوں میں مسلمانوں کی تعداد بہت قلیل ہے۔ تعلیم میں وہ پیچھے ہیں۔ دولت میں وہ کم ہیں عہدوں میں وہ کم ہیں۔ تجارت ان کے پاس نہیں علاوہ ازیں وہ ہندو ریاست کے دباؤ میں ہیں۔ ان وجوہات سے وہ اپنے مذہب کی حفاظت کا فرض ادا نہیں کر سکتے۔ ایسی حالت میں اگر بیرونی مسلمانوں کو ریاست کے مذہب سے ناواقف مسلمانوں کی حفاظت کے لئے جانے کا موقع نہ دیا جائے۔ تو اس کا نتیجہ بجز اس کے کیا ہوگا۔ کہ ان ریاستوں کے مسلمان شدھی والوں کا شکار ہو جائیں گے۔ اگر بھرتپور کی ریاست مسلمانوں کو حفاظت اسلام کے حق سے محروم کرتی ہے۔ تو کم از کم یہ تو کرے کہ بیرونی اور اندرونی ہر دو قسم کے ہندوؤں کو بھی مسلمانوں کو مرتد کرنے سے روکے۔

اسی طرح ۱۲ راگست کے "تیج" اور دیگر ہندو اخبارات میں بعنوان "ریاست الور میں شدھی کی لہر" ایک خبر شائع ہوئی ہے۔ اس سے ہمیں معلوم ہوا ہے کہ الور نے فیصلہ کیا ہے۔ کہ شدھی کے متعلق مسلمان اور ہندو دونوں حلقہ ریاست میں کام نہ کریں۔ لیکن یہ خبر بتاتی ہے کہ ریاست الور کے مشہور قصبہ "کشن گڑھ" میں ۱۵ راگست کو برہمنوں کی شدھی کے متعلق ایک پنچایت ہوئی ہے اس کے متعلق بھی ہم کہتے ہیں کہ اگر ہندو ریاستیں اپنے آپ کو اس تحریک سے الگ ثابت کرنا چاہتی ہیں۔ تو ان کا فرض ہے۔ کہ کمزور اور قلیل التعداد مسلمانوں کی حفاظت مذہبی کے لئے اول تو بیرونی علاقوں کے مسلمانوں کو وہاں جانے کا حق دیں۔ ورنہ بیرونی ہندوؤں کے علاوہ ریاست کے کثیر التعداد ہندوؤں کو بھی تحریک شدھی میں ظاہری یا خفیہ حصہ لینے سے روکیں۔ ورنہ ہندوؤں کی کوششوں کے مقابلہ اور سدباب کیلئے قلیل التعداد ریاستی مسلمانوں کی حفاظت کا سوال بیرونی مسلمانوں پر فرض عاید کرتا ہے۔ کہ ان کی صیانت مذہبی کیواسطے ریاستوں میں جائیں۔

خاکسار فتح محمد خاں سیال ایم۔ اے امیر احمدی وفد المبلغین قادیان از آگرہ

صیغہ تعلیم و تربیت کیطرف سے ایک نہایت ضروری مطالبہ

اس سال مجلس مشاورت میں تمام احمدی مستورات کی تعلیم کے لئے یہ قرار پایا تھا۔ کہ ان کو کم از کم کلمہ با ترجمہ اور نماز سادہ سکھائی جائے۔ اور جو اس سے زیادہ کی استعداد رکھتی ہوں ان کو با ترجمہ نماز اور اس کے علاوہ فقہی مسائل سکھائے جائیں۔

میں نے گذشتہ ماہ کے آخری ہفتہ میں گورداسپور کے ضلع میں تقریباً ۱۴ [illegible] کا دورہ تعلیم و تربیت کی حالت کا معائنہ کرنے کی غرض سے کیا ہے۔ اور مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ مندرجہ بالا تجویز پر عمل کرنے کی سخت ضرورت ہے۔ لہذا میں تمام امیران و سکرٹریان و خواندہ احباب جماعت سے مجلس مشاورت کی قرارداد تجویز کے مطابق مطالبہ کرتا ہوں۔ کہ وہ تمام افراد جماعت کو خواہ وہ بوڑھے ہوں یا نابالغ۔ عورتیں ہوں یا مرد۔ ہر ایک کو اس سال کم از کم نماز و کلمہ شہادت با ترجمہ از بر کرا دیں۔ اور اس بات کے دیکھنے کے لئے کہ آیا سیکرٹری اس مطالبہ کو اور نیز شائع شدہ سرکلروں میں مندرجہ نصاب تعلیم و تدریس و امتحان کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مطابق امیران و سکرٹریان جماعت نے اپنے اپنے حلقہ میں عمل درآمد شروع کر دیا ہے۔ میں نے حافظ غلام رسول صاحب وزیر آبادی اور مولوی غلام نبی صاحب کو بھیج دیا ہے۔ اول الذکر ضلع ہوشیارپور۔ جالندھر۔ ریاست پٹیالہ۔ لاہور و گورداسپور کے اضلاع میں و ثانی الذکر لدھیانہ و جالندھر دہلی کی طرف جائیں گے۔ ایسا ہی اس سے پہلے جالندھر و لدھیانہ کے علاقوں میں ماسٹر نعمت اللہ صاحب گوہر کو اسی غرض کے لئے روانہ کر چکا ہوں۔ نیز میں امیران جماعت سے خصوصیت سے التماس کرتا ہوں کہ وہ اس قسم کے معائنوں کا انتظام اپنے اپنے حلقوں میں بھی کریں ٭

ناظر تعلیم و تربیت قادیان

اشتہار زیر آرڈر ۵ رول نمبر ۲۰ ضابطہ دیوانی

باجلاس شیخ محمد حسین صاحب پی سی ایس سب جج بہادر درجہ چہارم زیرہ

نالش دیوانی نمبر ۴۴ بابت ۱۹۲۳ء

رام رکھا ولد کانشی رام ست پرکاش۔ اوم پرکاش نابالغان پسران بھمو رام بولدیت رام رکھا چچا خود ذات کھتری ساکن کوٹ عیسیٰ خاں تحصیل زیرہ۔ مدعیان

بنام

وزیر سنگھ ولد لوک سنگھ ذات جٹ ساکن ندھا والہ تحصیل موگا حال موضع اوڈیان تحصیل فاضلکا مدعا علیہ

دعوے سات صد روپیہ اصل معہ سود بر تمسک

ہر گاہ مقدمہ مندرجہ صدر میں درخواست و بیان حلفی مدعی سے پایا جاتا ہے کہ مدعا علیہ وزیر سنگھ دیدہ دانستہ تعمیل سمن و حاضری عدالت سے گریز کرتا ہے۔ لہذا اسکو بذریعہ اشتہار ہذا زیر آرڈر ۵ رول ۲۰ ضابطہ دیوانی مطلع کیا جاتا ہے۔ کہ وہ بتاریخ ۴ اکتوبر ۱۹۲۳ء حاضر عدالت ہذا ہو کر جوابدہی مقدمہ ہذا کرے۔ بصورت عدم حاضری کارروائی ضابطہ عمل میں آویگی۔

آج بہ ثبت میرے دستخط و مہر عدالت کے جاری کیا گیا۔ تحریر ۲ اگست ۱۹۲۳ء

دستخط بخط انگریزی سب جج بہادر درجہ چہارم زیرہ

(مہر عدالت)

پنجاب بانڈس سنہ ۱۹۳۳ء (تمسکات)

پنجاب گورنمنٹ یہ قرض کیوں لے رہی ہے؟

صوبہ ہی میں فراہم کئے ہوئے سرمایہ سے صوبہ کی ترقی کے وسائل بہم پہنچانے کے لئے۔

یہ قرض کیا ہے؟

پنجاب گورنمنٹ ستلج ویلی اور دیگر فائدہ بخش نہری تجاویز پر خرچ کرنے کے لئے ایک کروڑ روپیہ قرض لے رہی ہے۔

ضمانت کیا ہے؟

پنجاب گورنمنٹ کے جملہ محاصل

شرح سود کیا ہے؟

ایک آنہ فی روپیہ

مجھے روپیہ کب واپس ملے گا؟

دس سال میں۔ لیکن اگر تم ستلج ویلی نہر پر زمین خریدو۔ تو تمہارے بانڈ (تمسک) اسکی قیمت میں پوری شرح پر مجرا لے لئے جائینگے۔

میں قرض دینے کے لئے کہاں درخواست کروں؟

پنجاب کے کسی سرکاری خزانہ یا اس کی شاخ یا امپیریل بنک کی کسی شاخ میں۔

میں کس طرح درخواست کروں؟

تم کو جو فارم دہ دیں۔ انکی خانہ پوری کرو اور روپیہ داخل کردو۔

سود کب سے شروع ہوگا؟

جس تاریخ سے تم روپیہ ادا کرو۔

مجھے سود کس طرح ملے گا؟

۱۵۔ اکتوبر سنہ ۱۹۳۳ء تک کا سود تم کو روپیہ داخل کرنے کے وقت نقد دیا جائیگا۔ بعد ازاں ششماہی پنجاب کے کسی سرکاری خزانہ یا اسکی شاخ سے جہاں تم چاہو کہ تم کو سود ادا کیا جایا کرے۔

میں اس قرض کے لئے کب روپیہ دے سکتا ہوں؟

یکم ستمبر سنہ ۱۹۳۳ء سے زیادہ سے زیادہ چھ ہفتہ تک۔ اور جب ایک کروڑ کے قریب جمع ہوجائے تو قرض لینا فوراً بند کردیا جائیگا ؛

میں قرض کیوں دوں؟

(ل) کیونکہ تم کو عمدہ ضمانت اور معقول سود ملیگا (ب) کیونکہ اگر تم نیلام میں کامیاب رہو۔ تو ہمیشہ اپنے روپیہ کو زمین کی صورت میں بدل سکوگے (ج) کیونکہ اپنے صوبہ کی ترقی میں مدد دیکر تم ایک اچھے شہری کا فرض ادا کروگے ؛

مائیلز اروِنگ
سکرٹری پنجاب گورنمنٹ فنانس ڈیپارٹمنٹ۔

(باہتمام شیخ عبد الرحمٰن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپکر شائع ہوا)